عقل پرستی کا فتنہ

(اسباب، وجوہات، سدِّ باب)

مفتی سمیع الرحمن

عالم تمدن کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ جو قومیں سیاسی طور پر غالب ہو جاتی ہیں، ان کا تمدن انتہائی تیزی کے ساتھ مفتوح قوموں کو مرعوب کرتا ہوا پھیل جاتا ہے، کیونکہ مفتوح قومیں نفسیاتی طور پر مرعوب ہو کر فاتح قوم کے نظریات اور عادات واطوار کو ترقی کا مدار سمجھ لیتی ہیں۔ مسلمان جب سے اپنے سیاسی مرکز ''خلافت'' سے محروم ہوئے اور یورپ نے دنیا کی قیادت کا علم اپنے ہاتھوں میں لے لیا ہے، تب سے مسلمان معاشرہ ان عقل پرست تحریکوں کی زد میں ہے جو یورپ کی ''نورِ وحی'' سے محروم ''عقل محض'' کے علمبردار ہیں۔ وہ مسلمان معاشرے میں رہنے کی وجہ سے اسلام سے بے زاری کا اعلان کرنے کی سکت تو نہیں رکھتے، لیکن امورِ دینیہ کے مادی فوائد بتا کر یورپ کے عقلی سانچے میں ڈھالنے کے لیے مصروفِ کار ہیں۔ چنانچہ ان کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ نماز ورزش اور ڈسپلن کا ذریعہ ہے، بالخصوص نماز فجر صبح سویرے کاروبارِ زندگی شروع کرنے کا ترغیبی بہانہ ہے۔ روزے سے معدے کی اصلاح ہوتی ہے اور ایک ماہ کے آرام سے گیارہ ماہ نظامِ ہاضمہ درست رہتا ہے۔ زکوٰۃ ٹیکس ہے جس سے اسلامی سرکار اپنے اخراجات پورے کرتی ہے۔ جہاد فقط ''دفاعی جنگ'' کا نام ہے۔ حج اہلِ اسلام کی عالمی کانفرنس ہے۔ سیاست کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں (یہ بعینہ وہی نعرہ ہے جو یورپی عوام نے کلیسا کے ظالمانہ نظام کی بغاوت میں بلند کیا تھا۔ اس احتجاجی تحریک نے بالآخر پوپ اور کلیسا کو ہمیشہ کے لیے سیاسی جدوجہد سے محروم کر دیا۔ آج یہی نعرہ مسلمان ممالک میں زور وشور سے اٹھایا جارہا ہے۔)

کوئی ان ''دانشوروں'' سے پوچھے کہ اگر نماز ورزش ہے تو مرد وعورت، بچے وبوڑھے کے لیے یکساں کیوں ہے؟ دنیا کا کون سا جیم خانہ ہے جہاں دن میں پانچ بار ورزش کرنے کی ترغیب دی جاتی ہو؟ پھر اس ورزش کے لیے طہارت، وضو کی شرائط چہ معنی دارد؟ معدے کی صحت کے لیے مسلسل ایک مخصوص مہینے میں ہی روزے کیوں؟ ایسے دانشوروں کا ایک اور لطیفہ سنیے:

''حضرت مولانا منظور احمد نعمانیؒ فرماتے ہیں کہ: وہ اور ان کے رفیق محترم حضرت مولانا سید

ابوالحسن علی ندویؒ ایک جگہ گئے ہوئے تھے، کچھ ہی دنوں پہلے ''الفرقان'' کے حج نمبر میں مولانا موصوف (ندوی صاحبؒ) کا ایک مضمون (اپنے گھر سے بیت اللہ تک) نکلا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ حج کے موضوع پر اللہ تعالیٰ نے مولانا سے یہ عجیب وغریب مضمون لکھوایا تھا، عجب تاثیر اور عجب سوز سے بھرا ہوا ہے، خود میرا حال یہ ہے کہ میں نے بارہا اُسے پڑھا، لیکن ہر دفعہ اُس نے رلایا۔ ایک بڑے اچھے تعلیم یافتہ دوست جن کا دینی مطالعہ بھی اچھا خاصا رہا ہے وہ ملنے آئے، انہوں نے مولانا کے مضمون کی تعریف کی اور آخر میں کہا: ''لیکن اس میں ایک بڑی کمی رہ گئی ہے کہ حج کے اجتماع کا خاص مقصد اور فائدہ ہے، اس کا آپ نے بالکل ذکر نہیں کیا''۔ (پھر ان صاحب نے) فرمایا: ''دسویں تاریخ سے لے کر بارھویں، تیرھویں تاریخ تک منیٰ کے میدان میں سارے حجاج کو ٹھہرنے کا حکم ہے، اس کا مقصد اور کیا ہوسکتا ہے کہ شہر کے شور وشغب اور ہنگاموں سے بالکل الگ رہ کر اطمینان کے ساتھ وہاں کی پرسکون فضا میں دنیا کے اہم مسائل میں غور کریں''۔ میں نے دریافت کیا: جناب! حج کرچکے ہیں؟ اور آپ نے منیٰ میں حجاج کے ٹھہرنے کا منظر دیکھا ہے؟ فرمایا: ابھی تو نہیں، اللہ نصیب فرمائے۔ میں نے عرض کیا: جب اللہ تعالیٰ نصیب فرمائیں گے تو آپ کو خود بخود معلوم ہوجائے گا کہ آپ کتنی بڑی غلطی پر تھے؟ حیرت ہے! حج کا یہ مقصد سمجھنے والے یا اس قسم کی چیزوں کو حج کا خاص فائدہ بتانے والے اور ان باتوں کو زیادہ اہمیت دینے والے یہ بھی نہیں سوچتے کہ اس مقصد کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہر ملک کے خواص اور نمائندے اور اہل الرائے حضرات کو بلایا جاتا یا کم از کم جمع ہونے پر خاص زور دیا جاتا، حالانکہ ایسا نہیں، بلکہ ہر مسلمان پر حج فرض کیا گیا ہے، جو وہاں پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو اور عمر میں صرف ایک دفعہ فرض کیا گیا ہے۔ پھر غور کرنے کی بات ہے کہ احرام، طواف، سعی، قربانی، مکہ سے منیٰ جانا، منیٰ سے عرفات دوڑنا، عرفات سے رات کو مزدلفہ آنا، وہاں سے پھر منیٰ اور منیٰ سے پھر مکہ بھاگنا اور مکہ سے منیٰ واپس جانا اور پھر ٹھہر کر روزانہ رمی جمار کرنا، آخر دیوانوں کے سے ان اعمال اور اس مجنونانہ دوڑ بھاگ سے اور عالم اسلام کی کانفرنس والے مقصد سے کیا ربط اور جوڑ ہے؟''

(اسلام، ص:۲۰۴)

حقیقت یہ ہے کہ اگر امور دینیہ کو روحانی قالب سے نکال کر خالص مادی تناظر میں دیکھا جائے تو پھر نہ حل ہونے والے سوالات کا ایک سلسلہ چل نکلتا ہے۔ قربانی ایک عظیم اسلامی شعار ہے، جس کا فلسفہ ہی یہی ہے کہ خدا کے احکام میں حکمتوں اور مصلحتوں کے درپے نہیں ہونا چاہیے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب بیٹے کی قربانی کا حکم ملا تو انہوں نے پلٹ کر یہ نہیں پوچھا کہ اس میں کون سی حکمت ومصلحت ہے، بلکہ فوراً حکم خداوندی پر عمل کرتے ہوئے بیٹے کی گردن پر چھری چلادی۔ لیکن عقل پرستوں نے یہاں بھی قربانی کے حقیقی مقصد کے نام سے ایک من گھڑت فائدہ ''غرباء پروری'' نکال لیا۔ عیدالاضحی کے موقع پر مضمون نگاروں کا ایک پورا قبیلہ ملکی اخبارات کے ذریعے عوام کو یہ ترغیب دیتا نظر آتا ہے کہ قربانی کا گوشت غریب کے فاقے ختم نہیں کرسکتا، اس لیے قربانی کی بجائے نقدی دے کر اس کے معاش کا مسئلہ مستقل بنیادوں پر حل کیا جائے۔

نت نئے ذرائع ابلاغ اس فکری کج روی کو پھیلانے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ ہر اسکرین پر کوئی نام نہاد دانشور ''آن لائن'' ہے اور فکر ونظر کی گتھیاں سلجھا رہا ہے۔ اسلام ''تماشۂ عوام'' بن چکا ہے، ہر شخص حکم خدا میں فائدے پوچھتا پھرتا ہے۔ اب تو دینی کتابوں کے نام تک یوں رکھے جا رہے ہیں: ''نماز اور سائنس''، ''وضو اور سائنس'' گویا اب نجات کا دار ومدار ایمانِ سائنسی پر ہے، نہ کہ ایمانِ شرعی پر۔ ارباب فتاویٰ کے نزدیک تو ایسا ایمانِ عقلی معتبر ہی نہیں ہے جو انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کی بجائے محض عقلی بنیاد پر استوار ہو۔

اہل علم کی ذمہ داریاں

اس فتنے کی سرکوبی تو درحقیقت یورپ کے قائدانہ علم کے سرنگوں کرنے میں منحصر ہے، تاہم اس کے سدِ باب کے لیے اگر علماء کرام، فقہائے امت، ائمہ عظام، اساتذۂ کرام، تزکیۂ نفس کے منصب پر فائز صوفیاء اور مشائخ عظام، دعوتی، اصلاحی اور تبلیغی کام سے وابستہ افراد اپنے اپنے حلقوں میں توجہ رکھیں تو یہ گمراہی زیادہ پنپ نہیں سکتی۔ اس تربیتی سلسلے میں یہ بات ذہن نشین کرائی جائے کہ:

۱:......امور دینیہ کے اہتمام کا اصل مقصد معبودِ حقیقی کی قربت اور رضائے الٰہی کا حصول ہے، جو صرف آنحضرت ﷺ کے بتائے ہوئے طریقوں سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

۲:......امورِ دینیہ کے مادی فوائد جو محسوس ہوتے ہیں، وہ ہرگز مقصود نہیں۔

۳:...... چونکہ عوام الناس کی ذہنی سطح، مقصود بالذات، مقصود بالغرض، علت، سبب، فائدہ، اسرار کا فرق سمجھنے سے قاصر ہوتی ہے، اس لیے عوامی مجمع میں فقط اتنا بتا دیا جائے کہ خدا کا کوئی حکم بے فائدہ نہیں ہوسکتا، اگرچہ ہمیں اس فائدے کا علم نہ ہو۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

> ''علماء درحقیقت منادی کرنے والے ہیں اور ناقل احکام ہیں، خود موجد احکام نہیں، اس لیے ان سے علتیں پوچھنا حماقت نہیں تو کیا ہے؟ پھر جب آپ نے ایک فن سیکھا نہیں اور آپ اس سے محض ناواقف ہیں تو آپ کو سمجھانا بھی تو ایسا ہوگا جیسے ایک سائیس کو اقلیدس کی اشکال سمجھانے لگیں تو وہ کیا سمجھے گا؟ علماء آج کل لوگوں کی رائے پر چلنے لگے ہیں، جس سے عوام کی جرأت بڑھ گئی ہے، ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ علماء کیا نوکر ہیں کہ بے فائدہ دماغ خالی کریں؟'' (مجادلات معمولات نمبر: ۸ حصہ سوم، دعوات عبدیت)

۴:......جس علت کے وجود پر قطعی دلائل نہ ہوں، اس کے بیان سے گریز کیا جائے، بالخصوص جب وہ جامع ومانع نہ ہو، مثلاً حرمتِ زنا کا یہ سبب بیان کرنا کہ اس سے اختلاطِ نسب کا اندیشہ رہتا ہے، درست نہیں، کیونکہ اگر خاتون حاملہ ہو یا بانجھ پن میں مبتلا ہو تو اختلاطِ نسب کا اندیشہ نہیں رہتا۔ اسی طرح سود کی یہ علت بیان کرنا کہ یہ انسان کی مجبوریوں سے ناجائز فائدہ اٹھانے کا ایک ہتھکنڈہ ہے،

درست نہیں، کیونکہ یہ علت تجارتی سود جو بڑے بڑے تاجر اپنی تجارت کے فروغ کے لیے بینکوں سے قرض اٹھاتے ہیں، ان پر کسی طرح صادق نہیں آتی۔ اسی طرح خنزیر کی حرمت میں یہ بیان کرنا کہ وہ گندگی کھاتا ہے یا اس کے گوشت میں مضرِ صحت جراثیم پائے جاتے ہیں، درست نہیں، کیونکہ آج کل انہیں صاف ستھرے فارموں میں پالا جاتا ہے۔ نیز مضرِ صحت جراثیم کسی وقت بھی ختم ہو سکتے ہیں اور سائنسی تحقیق بھی بدل سکتی ہے۔ اس لیے ایسی علت ہرگز نہ بیان کی جائے جو جامع و مانع نہ ہو۔

۵:......حکمت اور اسرار بیان کرنے میں پہلی ترجیح قرآن کریم اور حدیث رسولؐ کو دی جائے، جہاں جہاں نفسِ عبادت کے ساتھ اس کی حکمت اور منفعت کا بیان ہوا ہے، اُسے بیان کیا جائے، مثلاً: نماز کے متعلق قرآن کریم میں ہے: ''وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ '' (طٰہٰ:۱۴) ''اور مجھے یاد رکھنے کے لیے نماز قائم کرو'' یعنی نماز یادِ خدا کا بہترین ذریعہ ہے۔ دوسرے مقام پر ہے: ''إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ''۔ (العنکبوت:۴۵) ''بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے''۔

روزے کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ''۔ (البقرۃ:۱۸۳)

''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیے گئے جس طرح تم سے پہلے کے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے، امید ہے کہ تم پرہیزگار بن جاؤ''۔

زکوٰۃ کے متعلق ارشاد ہے:

''خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ''۔ (التوبہ:۱۰۳)

''اے پیغمبر! ان لوگوں کے اموال میں سے صدقہ وصول کرلو، جس کے ذریعے تم انہیں پاک کردو گے اور ان کے لیے باعثِ برکت بنو گے اور ان کے لیے دعا کرو، یقیناً تمہاری دعا ان کے لیے سراپا تسکین ہے''۔

یعنی زکوٰۃ کی حکمت یوں بیان ہوئی کہ یہ مالی فریضہ ہے، تطہیر ہے، تزکیہ ہے۔

حج کے متعلق ارشاد ہوا:

''وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّأْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْ أَيَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْأَنْعَامِ''۔ (الحج:۲۷)

''اور لوگوں میں حج کا اعلان کردو کہ وہ تمہارے پاس پیدل آئیں اور دور دراز کے راستوں سے سفر کرنے والے ان اونٹنیوں پر سوار ہو کر آئیں جو لمبے سفر سے دبلی

ہوگئی ہوں، تاکہ وہ ان فوائد کو آنکھوں سے دیکھیں جو ان کے لیے رکھے گئے ہیں اور متعین دنوں میں ان چوپایوں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے اُنہیں عطا کیے ہیں''۔

حدیث شریف میں ہے: ''اللہ تعالیٰ کے گھر کا طواف، صفا مروہ کے درمیان سعی اور کنکریاں مارنا اللہ تعالیٰ کے ذکر کو قائم کرنے کے لیے ہے''۔ (ابوداؤد)

ہدی اور ذبیحہ جانوروں کے متعلق آیا ہے:

''لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَادِمَاؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوْا اللّٰهَ عَلٰى مَاهَدٰكُمْ''۔ (الحج:۳۷)

''اللہ کو نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے، نہ ان کا خون، لیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے، ہم نے یہ جانور اسی طرح تمہارے تابع بنادیے ہیں، تاکہ تم اس بات پر اللہ کی تکبیر کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت عطا فرمائی''۔

شراب کے متعلق ارشاد فرمایا:

''رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ''۔ (مائدہ:۹) ''یہ سب ناپاک شیطانی کام ہیں''۔

ایک دوسرے مقام پر اس کی علت یوں بیان کی گئی:

''إِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ أَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِيْ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ''۔ (المائدۃ:۹۱)

''شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض کے بیج ڈال دے اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے''۔

دیکھئے! اس آیت میں شراب کے نقصان میں یہ بات بیان نہیں کی گئی کہ اس سے عقل میں خلل پڑتا ہے، کیونکہ اس صورت میں ایک دوگھونٹ اور مخصوص مقدار میں پینے والا اپنا جواز ڈھونڈ نکالے گا۔

فضول خرچی اور اسراف کے متعلق بیان ہوا:

''إِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا إِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا''۔ (الاسراء:۲۶)

''بے جا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے''۔

قتل اولاد پر روک ٹوک کرتے ہوئے بیان فرمایا گیا: ''إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْأً كَبِيْرًا''۔ (الاسراء:۳۱) ''یقین جانو کہ ان کو قتل کرنا بڑی بھاری غلطی ہے''۔

زنا کے قریب جانے سے روکتے ہوئے فرمایا گیا: ''إِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَاءَ سَبِيْلًا''۔ (الاسراء:۳۲) ''وہ یقینی طور پر بڑی بے حیائی اور بے راہ روی ہے''۔ کلام الٰہی کا یہ اعجاز ہے کہ مختصر سا جملہ زنا سے پیدا ہونے والی ہر قسم کی معاشرتی برائیوں کا احاطہ کرتا چلا جاتا ہے۔

یتیموں کا مال کھانے پر فرمایا گیا: ''اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا''۔ (النساء:۲) ''بے شک یہ بڑا گناہ ہے''۔

قرآن وحدیث کا یہ سادہ طرزِ تخاطب حکمتوں کے بیان میں انتہائی مؤثر ہے۔ معاملات ومعاشرت کے دیگر احکام جن میں اس طرح حکمتوں کا تذکرہ نہیں ہوا، ان کے متعلق یہی عقیدہ رکھا جائے کہ خدا اپنے احکام کی حکمتوں اور اسرار کو ہماری نظر سے پوشیدہ رکھ کر ہمارا امتحان لینا چاہتا ہے کہ کون عقل کے گھوڑے دوڑا کر اس کے پیچھے سرپٹ دوڑتا چلا جاتا ہے اور کون تسلیم ورضا کے جذبے سے سرشار ہوکر سرِ تسلیم خم کرلیتا ہے اور سراپا نمونہ بن جاتا ہے اس آیت قرآنی کا:

''سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ''۔ (البقرۃ:۲۸۵)

''ہم نے اللہ اور رسول کے احکام کو توجہ سے سن لیا ہے اور ہم خوشی سے ان کی تعمیل کرتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار! ہم آپ کی مغفرت کے طلب گار ہیں اور آپ ہی کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے''۔

اسرار وحکم اور فتنۂ عقل پرستی کی تردید پر مشتمل اہم کتب

اہل علم درس وتدریس سے وابستہ افراد، دعوت وارشاد کے جذبے سے سرشار طلباء کرام اپنی فکر ونظر میں وسعت پیدا کرنے کے لیے اسرار وحکم کے موضوع پر مشتمل کتابوں کا مطالعہ کریں۔ علامہ غزالیؒ، علامہ خطابیؒ اور علامہ ابن السلام دمشقیؒ کی کتابیں اس موضوع پر بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ برصغیر کے نامور عالم محدثِ کبیر علامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اس موضوع پر سب سے پہلی مدوّن ومرتّب کتاب ''حجة الله البالغة'' تحریر فرمائی ہے، جسے حضرت مولانا منظور احمد نعمانیؒ نے آنحضرت ﷺ کا معجزہ قرار دیا جو آپ ﷺ کی وفات کے بعد ظاہر ہوا ہو۔ (مقدمہ حجۃ اللہ البالغۃ) اس کا اردو ترجمہ بمع تشریحات دار العلوم دیوبند کے استاذِ حدیث حضرت مولانا سعید احمد پالن پوری نے کیا ہے، جو چھ جلدوں میں شائع ہو چکا ہے۔

زمانہ قریب کے ایک طرابلسی عالم دین، فقیہ وادیب حسین بن محمد بن مصطفیٰؒ نے ایک رسالہ ''الرسالة الحميدية'' کے نام سے تحریر فرمایا، جو ایک عرصے تک پاکستان کے مدارس میں داخل نصاب رہا اور اس کا اردو ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔

علاوہ ازیں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بھی اس موضوع پر دو کتابیں تحریر فرمائی ہیں: ۱-انتباہاتِ مفیدہ، ۲-احکامِ اسلام عقل کی نظر میں۔ یہ دونوں کتابیں اردو زبان میں ہیں۔ پہلی کتاب کا عربی ترجمہ ہندوستان میں دار العلوم دیوبند کے استاذِ ادب مولانا نور عالم خلیل الأمینی نے کیا، جبکہ پاکستان میں اس کا عربی ترجمہ معروف محقق اور محدث مولانا نور البشر صاحب نے کیا ہے جو پاکستان کے دینی مدارس میں داخل نصاب ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت تھانویؒ نے یہ دونوں کتابیں تحریر فرماکر یورپ کے عقلی سیلاب کے سامنے بند باندھ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ عالم اسلام کی طرف سے انہیں

بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین) اس کے علاوہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ایک مختصر مگر جامع رسالہ ''عقل ونقل'' کے نام سے تحریر فرمایا، جس میں انتہائی اہم اور مفید بحثیں ہیں۔

اس سلسلے کی آخری گزارش یہ ہے کہ ''صحبتِ اولیاء'' کا اہتمام کیا جائے۔ ''قیل وقال'' کے مریضوں کے لیے تو یہ نسخۂ شفا ہے۔ اللہ کے برگزیدہ بندوں کی صحبت وہ بھٹی ہے جہاں قلب وفکر کی آلودگیاں جھڑتی ہیں اور عشقِ الٰہی کا رنگ چڑھتا ہے۔ خدا کی معرفت کے لیے عشق ومحبت سے زیادہ آسان اور بے خطر راستہ کوئی اور نہیں ہے۔ عشق آتشِ نمرود میں بے خطر کود جاتا ہے اور عقل درِ بام رہ جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ نے ایک خط میں امام المتکلمین فخر الدین رازیؒ کو ان کی حمیتِ دینی کا شکریہ ادا کرنے کے ساتھ نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''عقل مند کو چاہیے کہ وہ خدا کی جود وکرم کی خوشبوؤں سے فائدہ اٹھاتا رہے، ہمیشہ نظر واستدلال کی قید میں نہ پھنسا رہے، کیونکہ خدا کی معرفت کے لیے استدلالِ عقلی کا سہارا لینے والا ہمیشہ شک وشبہ میں رہتا ہے۔ حال ہی میں مجھے آپ کے ایک دوست نے آپ کے متعلق بتایا کہ ایک دن اس نے آپ کو روتے ہوئے دیکھا، حاضرین مجلس نے آپ سے اس آہ وزاری کی وجہ دریافت کی تو آپ نے بتایا: ''جس مسئلے پر میں عرصہ تیس سال سے اعتقاد جمائے بیٹھا تھا، اس کے خلافِ واقعہ ہونے کا عقدہ اب مجھ پر کھلا ہے، اب میں نئے استدلال پر کب تک اطمینان کرسکتا ہوں؟ وہ بھی پہلے کی طرح کسی وقت غلط ہوسکتا ہے''۔ یہ تو آپ کا اپنا اقرار ہے اور یہ حقیقت ہے کہ جو شخص عقل واستدلال سے آگے بڑھ کر وادیٔ عشق میں قدم نہیں رکھتا، اس کے لیے راحت وسکون اور اطمینانِ قلب کی دولت حاصل کرنا ناممکن ہے، بالخصوص خدا کی معرفت تو اس کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی، تو پھر میرے بھائی! آپ کیوں اس گرداب میں پڑے ہیں؟ ریاضات، مجاہدات، مکاشفات اور خلوت کا وہ طریقہ کیوں اختیار نہیں کرلیتے جسے رسول اللہ ﷺ نے مشروع فرمایا ہے؟ جس کے نتیجے میں آپ اس چشمۂ معرفت سے فیض یاب ہوسکتے ہیں جو خدا اپنے محبوب بندوں کی سیرابی کے لیے کھولتا ہے، جس کے متعلق فرمایا گیا:

''آتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْماً''۔ (الکہف:٦٥)

''جس کو ہم نے اپنی خصوصی رحمت سے نوازا تھا اور خاص اپنی طرف سے ایک علم سکھایا تھا''۔ (رسائل ابن عربی، ص: ۱۸۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)